

قصص الحدیث کے معاشرتی پہلو سے عصر حاضر میں رہنمائی کی ضرورت

* محمد کریم خان

** محمد اکرم رانا

Abstract

Hadith is the secondary main and basic source of Islamic Shariah. Hadith is the most important gate for the observation, understanding and illustration of the Holy Qura'an, irrecited revelation of God the Almighty and Islamic difficult and denotable issues.

Historical and symbolic stories are the vital part of Hadith, an easy and the most effective way for preaching of Islam. There are the different circumstances of the past, the solution of the current affairs and complete frame-work of the future are found in the explaining stories of Hadith.

In the stories of Hadith there are leading principles for the difference between character of Islam and apposition of Islam and guidance of practical life, planning of the future, guid-lines of remarkable character, golden advices, mirror of culture and scientific and economic education. In the light of the above-noted narration, stories of Hadith is very importent method of guidance and straight direction.

تعارف:

عام لوگوں کی یہ عادت ہے کہ وہ لھو لعب سے خوش رہتے ہیں لیکن جب انہیں کوئی نیکی، اصلاح اور عبرت کی بات کی جائے تو ان کی طبع نازک پر گراں گزرتی ہے، آپ سارا دن بیٹھے ادھر ادھر کی باتیں کرتے رہیں، جھوٹے قصے اور کہانیاں لوگوں کو سناتے رہیں، کوئی آپ پر اعتراض نہیں کرے گا، لیکن اگر آپ لوگوں کی اصلاح کی بات کریں، کوئی نیکی اور عبرت کی بات کریں تو لوگ فوراً اکتاتے ہوئے محسوس ہوں گے۔

* پی-ائچ-ڈی (سکالر)، بہاء الدین زکریا یونیورسٹی، ملتان

** پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، بہاء الدین زکریا یونیورسٹی، ملتان

چنانچہ لوگوں کی اس عادت کے پیش نظر اللہ تعالیٰ نے جب اپنی آخری کتاب قرآن مجید نازل فرمائی تو اس میں لوگوں کی توجہ کیلئے سابقہ اقوام و انبیاء کے سچے واقعات بیان کر کے بات سمجھانے کا اسلوب اپنایا۔ تاکہ لوگ انہیں شوق سے پڑھیں، غور سے سنیں اور شعوری وغیر شعوری طور پر ان سے درس مواعظت و فیحث حاصل کریں۔ قرآن مجید کے چند قصے درج ذیل ہیں:

۱- حضرت آدمؑ کے دو بیٹوں کا قصہ:

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ اَدَمَ بِالْحَقِّ إِذْ قُرْبَا قُرْبَانًا فَتُقْبَلُ مِنْ اَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقْبَلُ مِنَ الْآخَرِ
قَالَ لَا قُشْلَنَكَ قَالَ إِنَّمَا يَتَقْبَلُ اللَّهُ مِنَ الْمُنْقَيْنَ ۝ لَئِنْ بَسَطَتِ إِلَيَّ يَدَكَ لِتَقْتُلْنِي مَا اَنَا بِبَاسِطٍ
يَدِيٍ إِلَيْكَ لَا قُتْلَكَ إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ رَبَّ الْعَالَمِينَ ۝ إِنِّي اُرِيدُ اَنْ تَبُوءَ بِيَأْمُونِي وَإِثْمِكَ فَتَكُونُ مِنَ
اَصْحَابِ النَّارِ وَذَلِكَ جَزَاءُ الظَّالِمِينَ ۝ فَطَوَّعْتُ لَهُ نَفْسُهُ قُتْلَ اخِيهِ فَقَتَلَهُ فَاصْبَحَ مِنَ
الْحَاسِرِينَ ۝ فَبَعَثَ اللَّهُ غُرَابًا يَبْحَثُ فِي الْاَرْضِ لِيُرِيهِ كَيْفَ يُوَارِي سَوْءَةَ اخِيهِ قَالَ يَا وَيَا
اَعْجَزْتُ اَنْ اَكُونَ مِثْلَ هَذَا الْغُرَابِ فَأُوَارِي سَوْءَةَ اخِيٍ فَاصْبَحَ مِنَ النَّادِمِينَ ۝ (۱)

ترجمہ: (اے نبی کرم ﷺ!) آپ ان لوگوں کو حضرت آدمؑ کے دو بیٹوں (ہাতیل و قاہل) کی خبر سنائیں، جو بالکل سچی ہے۔ جب دونوں نے (اللہ کے حضور ایک ایک) قربانی پیش کی، سوان میں سے ایک (ہاتیل) کی قبول کر لی گئی اور دوسرا (قاہل) سے قبول نہ کی گئی، تو اس (قاہل) نے (ہاتیل سے حداؤ انتقاماً) کہا: میں تجھے ضرور قتل کر دوں گا۔ اس (ہاتیل) نے (جو اباً) کہا: بیشک اللہ پر ہیز گاروں سے ہی (نیاز) قبول فرماتا ہے۔ اگر تو اپنا ہاتھ مجھے قتل کرنے کے لئے میری طرف بڑھائے گا (تو پھر بھی) میں اپنا ہاتھ تجھے قتل کرنے کے لئے تیری طرف نہیں بڑھاو گا، کیونکہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔ میں چاہتا ہوں (کہ مجھ سے کوئی زیادتی نہ ہو اور) میرا گناہ (قتل) اور تیرا اپنا (سابقہ) گناہ (جس کے باعث تیری قربانی نامنقول ہوئی سب) توہی حاصل کر لے، پھر تو اہل جہنم میں سے ہو جائے گا، اور یہی ظالموں کی سزا ہے۔ پھر اس (قاہل) کے نش نے اس کے لئے اپنے بھائی (ہاتیل) کا قتل آسان (اور مرغوب) کر دکھایا۔ سو اس نے اس قتل کر دیا۔ پس وہ لقصان اٹھانے والوں میں سے ہو گیا۔ پھر اللہ نے ایک کو ابھیجا جوز میں کریدے نے لگاتا کہ اسے دکھائے کہ وہ اپنے بھائی کی لاش کس طرح چھپائے، (یہ دیکھ کر) اس نے کہا: ہائے افسوس! کیا میں اس کو ٹکے کی ماند بھی نہ ہو سکا کہ اپنے بھائی کی لاش چھپا دیتا، سو وہ پشیمان ہونے والوں میں سے ہو گیا۔

۲-حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل کا قصہ:

رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ الصَّالِحِينَ ۝ فَبَشَّرَنَاهُ بِغَلَامٍ حَلِيمٍ ۝ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يَا بُنَيَّ
إِنِّي أَرَى فِي الْمَنَامِ أَنِّي أَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرَى قَالَ يَا أَبَتِ افْعُلْ مَا تُؤْمِرُ سَتَجِدُنِي إِنْ شَاءَ اللَّهُ
مِنَ الصَّابِرِيْ ۝ فَلَمَّا أَسْلَمَ وَتَلَهُ لِلْجَبَّيْنِ ۝ وَنَادَيْنَاهُ أَنْ يَا إِبْرَاهِيمُ ۝ قَدْ صَدَقَتِ الرُّؤْيَا إِنَّا كَذَلِكَ
نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ۝ إِنَّ هَذَا لَهُوَ الْبَلَاءُ الْمُبِيْنُ ۝ وَفَدَيْنَاهُ بِذِيْحٍ عَظِيْمٍ ۝ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْأَخْرِيْنَ
۝ سَلَامٌ عَلَيْ إِبْرَاهِيمُ ۝ كَذَلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ۝ إِنَّهُ مِنْ عِبَادَنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ (۲)

ترجمہ: (پھر ارض مقدس میں پہنچ کر دعا کی) اے میرے رب! صاحین میں سے مجھے ایک (فرزنہ) عطا فرم۔ پس
ہم نے انہیں بڑے بردبار بیٹے (حضرت اسماعیل) کی بیشترت دی۔ پھر جب وہ (اسماعیل) ان کے ساتھ دوڑ کر چل
سکنے (کی عمر) کو پہنچ گیا، تو (حضرت ابراہیم نے) فرمایا: اے میرے بیٹے! میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں تجھے ذبح
کر رہا ہوں، سو غور کرو کہ تمہاری کیا رائے ہے۔ (اسماعیل نے) کہا ابا جان! وہ کام (فروا) کر ڈالیے جس کا آپ کو حکم
دیا جا رہا ہے۔ اگر اللہ نے چاہا تو آپ مجھے ضرور صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔ پھر جب دونوں (رضائے
اللہ کے سامنے) جھک گئے (یعنی دونوں نے مولا کے حکم کو تسلیم کر لیا)، اور حضرت ابراہیم نے اسے پیشانی کے بل
لشادیا (اگلا منظر بیان نہیں فرمایا)۔ اور ہم نے ندادی کہ اے ابراہیم! واقعی تم نے اپنا خواب (کیا خوب) سچا کر
دکھایا۔ بے شک ہم محسنوں کو ایسا ہی صلد دیا کرتے ہیں (سو ٹھیں مقام غلت سے نواز دیا گیا ہے)۔ بے شک یہ
بہت بڑی کھلی آزمائش تھی۔ اور ہم نے ایک بہت بڑی قربانی کے ساتھ اس کا فدیہ کر دیا۔ اور ہم نے پیچھے آنے والوں
میں آپ کا ذکر خیر برقرار رکھا۔ سلام ہو حضرت ابراہیم پر۔ ہم اسی طرح محسنوں کو صلمہ دیا کرتے ہیں۔ بیشک وہ
ہمارے (کامل) ایمان والے بندوں میں سے تھے۔

۳-حضرت موسیٰ اور گائے ذبح کرنے کا قصہ:

وَإِذْ قَالَ مُوسَى لِقَوْمِهِ إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تَذْبُحُوا بَقَرَةً قَالُوا أَتَتَّخَدُنَا هُزُواً قَالَ أَعُوذُ
بِاللَّهِ أَنْ أَكُونَ مِنَ الْجَاهِلِيْنَ ۝ قَالُوا اذْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَنَا مَا هِيَ قَالَ إِنَّهُ يَقُولُ إِنَّهَا بَقَرَةٌ لَا
فَارِضٌ وَلَا بِكُرُّ عَوَانٌ بَيْنَ ذَلِكَ فَافْعُلُوا مَا تُؤْمِرُونَ ۝ قَالُوا اذْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَنَا مَا لَوْنُهَا قَالَ
إِنَّهُ يَقُولُ إِنَّهَا بَقَرَةٌ صَفَرَاءٌ فَاقِعٌ لَوْنُهَا تَسْرُ النَّاظِرِيْنَ ۝ قَالُوا اذْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَنَا مَا هِيَ إِنَّ

الْبَقَرَ تَشَابَهَ عَلَيْنَا وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللَّهُ لَمُهْتَدُونَ ۝ قَالَ إِنَّهُ يَقُولُ إِنَّهَا بَقْرَةٌ لَا ذُلُولٌ تُثِيرُ الْأَرْضَ وَلَا تَسْقِي الْحَرْثَ مُسَلَّمَةً لَا شِيَةً فِيهَا قَالُوا إِنَّا جِئْنَا بِالْحَقِّ فَذَبَحُوهَا وَمَا كَادُوا يَفْعَلُونَ ۝ وَإِذْ قَسَلْتُمْ نَفْسًا فَادَارُتُمْ فِيهَا وَاللَّهُ مُخْرِجٌ مَا كُنْتُمْ تَكْتُمُونَ ۝ فَقُلْنَا اسْرِبُوهُ بِعِظَمِهَا كَذِلِكَ يُحِبِّي اللَّهُ الْمُوْتَىٰ وَيُرِيكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ۝ ثُمَّ قَسَتْ قُلُوبُكُمْ مِّنْ بَعْدِ ذَلِكَ فَهَيَ كَالْحِجَارَةِ أَوْ أَشَدُّ قَسْوَةً وَإِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا يَفْجَرُ مِنْهُ الْأَنْهَارُ وَإِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَقَّقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَاءُ وَإِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللَّهِ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ۝ (۳)

ترجمہ: اور (وہ واقعی بھی یاد کرو) جب حضرت موسیٰ نے اپنی قوم سے فرمایا: کہ بیٹک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ ایک گائے ذبح کرو، (تو) وہ بولے کیا آپ ہمیں مسخرہ بناتے ہیں؟ حضرت موسیٰ نے فرمایا: اللہ کی پناہ مانگتا ہوں (اس سے) کہ میں جاہلوں میں سے ہو جاؤں۔ (تب) انہوں نے کہا: آپ ہمارے لئے اپنے رب سے دعا کریں کہ وہ ہم پر واضح کر دے کہ (وہ) گائے کیسی ہو؟ (حضرت موسیٰ نے) کہا: بیٹک وہ فرماتا ہے کہ وہ گائے نہ تو بڑھی ہو اور نہ بالکل کم عمر (اوسر)، بلکہ درمیانی عمر کی (راس) ہو، پس اب تعمیل کرو جس کا تمہیں حکم دیا گیا ہے۔ وہ (پھر) بولے: اپنے رب سے ہمارے حق میں دعا کریں وہ ہمارے لئے واضح کر دے کہ اس کا رنگ کیسا ہو؟ (حضرت موسیٰ نے) کہا: وہ فرماتا ہے کہ وہ گائے زرد رنگ کی ہو، اس کی رنگت خوب گہری ہو (ایسی جاذب نظر ہو کے) دیکھنے والوں کو بہت بھلی لگے۔ (اب) انہوں نے کہا: آپ ہمارے لئے اپنے رب سے درخواست کیجئے! کہ وہ ہم پر واضح فرمادے کہ وہ کوئی گائے ہے؟ (کیونکہ) ہم پر گائے مشتبہ ہو گئی ہے، اور یقیناً اگر اللہ نے چاہا تو ہم ضرور بدایت یافتہ ہو جائیں گے۔ (حضرت موسیٰ نے کہا) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (وہ کوئی گھٹیا گائے نہیں بلکہ) یقینی طور پر ایسی (اعلیٰ) گائے ہو، جس سے نہ زمین میں مل چلانے کی محنت لی جاتی ہو اور نہ کھیتی کوپانی دیتی ہو، بالکل تدرست ہو، اس میں کوئی داغ دھبہ بھی نہ ہو، انہوں نے کہا: اب آپ ٹھیک بات لائے (ہیں)، پھر انہوں نے اس کو ذبح کیا، حالانکہ وہ ذبح کرتے معلوم نہ ہوتے تھے۔ اور جب تم نے ایک شخص کو قتل کر دیا پھر تم آپس میں اس (کے الزام) میں جھگڑنے لگے اور اللہ (وہ بات) ظاہر فرمانے والا تھا جسے تم چھپا رہے تھے۔ پھر ہم نے حکم دیا کہ اس (مردہ) پر اس (گائے) کا ایک ٹکڑا مارو، اسی طرح اللہ مردوں کو زندہ فرماتا ہے (یا قیامت کے دن مردوں کو زندہ کرے گا)۔ اور تمہیں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے، تاکہ تم عقل و شعور سے کام لو۔ پھر اس کے بعد (بھی) تمہارے دل سخت ہو گئے چنانچہ وہ (جنتی میں) پھر وہ جیسے (ہو گئے) ہیں، یا ان سے بھی زیادہ سخت (ہو چکے ہیں، اس لئے

کہ) بیشک پھرول میں (تو) بعض ایسے بھی ہیں جن سے نہیں پھوٹ نکلتی ہیں، اور یقیناً ان میں بعض وہ (پھر) بھی ہیں جو پھٹ جاتے ہیں تو ان سے پانی اب پڑتا ہے، اور بیشک ان میں سے بعض ایسے بھی ہیں جو اللہ کے خوف سے گر پڑتے ہیں، (افسوس! تمہارے دلوں میں اس قدر نرمی خستگی اور شستگی بھی نہیں رہی) اور اللہ تمہارے کاموں سے بے خبر نہیں۔

قرآن کریم کی اتباع میں حضور اکرم ﷺ نے بھی لوگوں کی رہنمائی اور معاشرت سے برائی کے خاتمه اور بھلائی کے فروغ کیلئے مختلف انبیاء کرام اور اقوام کے قصص بیان فرمائے، احادیث مبارکہ کے چند قصے بعد مستنبط مسائل و نصائح، تجزیاتی مطالعہ اور عصر حاضر میں رہنمائی کی ممکنہ صورتیں درج ذیل ہیں:

۱- حضرت آدم اور حضرت موسیٰ کا قصہ:

۱۔ أَبَا هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّ حَجََّ آدَمَ وَمُوسَى عَلَيْهِمَا السَّلَامُ عِنْدَ رَبِّهِمَا، فَحَجَّ آدَمُ مُوسَى، قَالَ مُوسَى: إِنَّ آدَمَ الَّذِي حَلَقَ اللَّهُ بِيَدِهِ وَنَفَخَ فِيهِ مِنْ رُوْحِهِ، وَأَسْجَدَ لَكَ مَلَائِكَةً، وَأَسْكَنَكَ فِي جَنَّتِهِ، ثُمَّ أَهْبَطَ النَّاسَ بِخَطِيئَتِكَ إِلَى الْأَرْضِ، فَقَالَ آدَمُ: إِنَّ مُوسَى الَّذِي اصْطَفَاكَ اللَّهُ بِرِسَالَتِهِ وَبِكَلَامِهِ وَأَعْطَاكَ الْأَلْوَاحَ فِيهَا تِبْيَانٌ كُلُّ شَيْءٍ وَقَرَبَكَ نَجِيًّا، فَبِكُمْ وَجَدَتِ اللَّهُ كَتَبَ التَّوْرَاةَ قَبْلَ أَنْ أُخْلَقَ، قَالَ مُوسَى: بِأَرْبَعِينَ عَامًا، قَالَ آدَمُ: فَهُلْ وَجَدْتِ فِيهَا وَعَصَى آدَمُ رَبَّهُ فَغَوَى، قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: أَفَتُلُو مُنِيَ عَلَى أَنْ عَمِلْتُ عَمَلاً كَتَبَهُ اللَّهُ عَلَيَّ أَنْ أَعْمَلَهُ قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَنِي بِأَرْبَعِينَ سَنَةً؟» قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَحَجَّ آدَمُ مُوسَى.

۲۔ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ حَجََّ آدَمُ وَمُوسَى، فَقَالَ لَهُ مُوسَى: إِنَّ آدَمَ الَّذِي أَخْرَجْتُكَ خَطِيئَتِكَ مِنَ الْجَنَّةِ، فَقَالَ لَهُ آدَمُ: إِنَّ مُوسَى الَّذِي اصْطَفَاكَ اللَّهُ بِرِسَالَتِهِ وَبِكَلَامِهِ، ثُمَّ تَلَوْمَنِي عَلَى أَمْرٍ قُدْرَ عَلَيَّ قَبْلَ أَنْ أُخْلَقَ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَحَجَّ آدَمُ مُوسَى مَرَّتَيْنِ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ حَجََّ آدَمُ وَمُوسَى، فَقَالَ لَهُ آدَمُ: يَا مُوسَى اصْطَفَاكَ اللَّهُ آدَمُ إِنَّتَ أَبُونَا خَيَّبَنَا وَأَخْرَجَنَا مِنَ الْجَنَّةِ، قَالَ لَهُ آدَمُ: يَا مُوسَى اصْطَفَاكَ اللَّهُ

بِكَلَامِهِ، وَخَطُّ لَكَ بِيَدِهِ، أَتَلُومُنِي عَلَى أَمْرٍ قَدَرَهُ اللَّهُ عَلَىٰ فَبْلَأَنْ يَحْلُفُنِي بِأَرْبَعَينَ سَنَةً؟ فَحَجَّ آدُمُ مُوسَى، فَحَجَّ آدُمُ مُوسَى ثَلَاثًا.

ترجمہ: حضرت ابو ہریریہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

حضرت موسیٰ دونوں نے اپنے رب کے سامنے مباحثہ کیا، جس میں حضرت آدم حضرت موسیٰ پر غالب آگئے۔ حضرت موسیٰ نے کہا کہ: آپ آدم ہیں، اللہ نے آپ کو اپنے دست قدرت سے تخلیق فرمایا، آپ کے اندر روح پھونکی، فرشتوں سے آپ کو سجدہ کروایا، جنت میں آپ کو رہائش عطا کی، (ان سب انعامات کے باوجود) آپ نے لوگوں کو اپنی خطا کے سبب زمین کی طرف اتار دیا؟ (جواب میں) حضرت آدم نے فرمایا: ”آپ ہی موسیٰ ہیں، جنہیں اللہ نے اپنی رسالت اور اپنی ذات سے ہم کلامی کا شرف عطا کیا، آپ کو تورات کی الاول (تختیاں) عطا فرمائیں، جن کے اندر ہر چیز کا واضح بیان تھا اور آپ کو اپنا قرب عطا فرمایا کہ سرگوشی فرمائی۔ آپ نے میری تخلیق سے کتنا عرصہ قبل توریت کو لکھا ہوا پایا؟ حضرت موسیٰ نے جواب دیا: چالیس برس قبل۔

حضرت آدم نے فرمایا: تو کیا آپ نے تورات میں یہ لکھا ہوا پایا؟ اور حضرت آدم نے نافرمانی کی سودہ لغزش کھا گیا، حضرت موسیٰ نے کہا! فرمایا: کہ پھر کیا آپ مجھے ایک ایسے عمل پر ملامت کر رہے ہیں، جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے میری تخلیق سے چالیس برس قبل ہی لکھ دیا کہ میں ایسا کروں گا؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: اس استدلال سے حضرت آدم، موسیٰ پر غالب آگئے۔

بخاری کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ: حضرت آدم اور حضرت موسیٰ کے مابین مباحثہ ہوا۔ حضرت موسیٰ نے ان سے فرمایا کہ: آپ ہی وہ آدم ہیں کہ آپ کو آپ کی خطا نے جنت سے نکالا؟ آدم نے فرمایا کہ آپ ہی وہ موسیٰ ہیں جنہیں اللہ نے اپنی رسالت و ہم کلامی کیلئے منتخب فرمایا پھر بھی آپ مجھے ایک ایسے معاملہ پر ملامت کر رہے ہیں جو میری تخلیق سے پہلے ہی مقدر کر دیا گیا تھا؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: ”آدم، موسیٰ غالب آگئے، (اور انہیں لا جواب کر دیا)۔

بخاری کی دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

حضرت آدم اور حضرت موسیٰ کے درمیان جھٹ و بھٹ ہوئی، حضرت موسیٰ نے ان سے فرمایا: اے آدم! آپ ہمارے باپ ہیں، ہمیں آپ نے بے آبرو کیا اور آپ نے ہمیں جنت سے نکلوایا۔ حضرت آدم نے فرمایا: اے موسیٰ! اللہ نے آپ کو اپنے کلام کے لیے منتخب فرمایا ہے اور اپنے دست قدرت (شان شایان) سے آپ

کے لیے تورات تحریر فرمائی۔ آپ مجھے ایسے معاملے پر ملامت کر رہے ہیں، جسے اللہ تعالیٰ نے میری تخلیق سے بھی چالیس برس قبل میرے لیے مقدر فرمادیا تھا (کہ میں پھل کھاؤں اور جنت سے نکلا جاؤں)۔ غرض حضرت آدم نے حضرت موسیٰ پر حجت قائم کر دی اور انہیں قائل کر لیا۔ نبی کریم ﷺ نے تین مرتبہ یہ بات ارشاد فرمائی۔

۱۔ مسائل و نصائح:

- ☆ یہ واقعہ اسی دنیا کا ہے۔ (۵)
- ☆ اللہ تعالیٰ کا علم ہر شے پر محیط اور قدیم ہے۔ (۶)
- ☆ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کرنے سے پچاس ہزار سال سے پہلے اپنے علم کے مطابق ان کی تقدیریں لکھ دی تھیں۔ (۷)
- ☆ توریت میں حضرت آدم کے متعلق علم موجود تھا۔ (۸)
- ☆ توریت میں حضرت آدم کے جنت سے زمیں پر آنے کا واقعہ آپ کی پیدائش سے چالیس ہزار سال پہلے لکھ دیا گیا تھا۔ (۹)
- ☆ حضرت آدم کی تصویر بنانے اور پھر اس میں روح پھونکنے کے درمیان چالیس سال کا عرصہ تھا۔ (۱۰)
- ☆ اکل شجرہ سے ممانعت، پھر اس کا کھانا، پھر اس سے توبہ، پھر ساتھ ساتھ حضرت آدم کو زمین میں اپنانا تسبیب بنا کر بھیجننا اور اس کے لیے اکل شجرہ کو بہانہ بنانا، ایسے اسرار سربستہ پرمنی ہیں جس کی گئی ہماری عقلیں نہیں سمجھ سکتیں۔ لیکن حضرت موسیٰ جانتے تھے، اس علم کے باوجود انہوں نے ملامت کی تو حضرت آدم نے جواب میں ارشاد فرمایا: کہ آپ تو محروم رہ ہیں، سب کچھ جانتے ہیں، پھر کیوں ملامت فرمائے ہیں۔ یہ جواب بہت معقول تھا، جس پر حضرت موسیٰ خاموش ہو گئے، (۱۱)
- ☆ اسے لکھنے سے مراد وحی محفوظ میں لکھنا بھی ہو سکتا ہے۔ (۱۲)
- ☆ حضرت موسیٰ اور حضرت آدم کے درمیان یہ مکالمہ عالم رواح میں ان کی روحوں کے درمیان ہوا، یا یہ دونوں حضرات ایک دوسرے کے ساتھ جسد خاکی سے ملے اور باہم مکالمہ ہوا، جیسے شب معراج میں انبیاء کی آپس میں ملاقات ہوئی تھی، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو ان کے زمانے میں حضرت آدم سے ملایا ہوا اور ان کی زیارت کروائی ہو۔ (۱۳)
- ☆ اگر ہم سے کوئی گناہ کرنے والا یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ نے میرے لیے یہ معصیت مقدر کر دی تھی تو اس سے

لامامت اور سزا ساقط نہیں ہو گی، کیونکہ وہ ابھی دارالٹکلیف میں موجود ہے، اور مکلفین کے احکام جاری ہیں، اور ان احکام میں لامامت اور سزا بھی موجود ہے۔ حضرت آدم سے جس وقت یہ مکالمہ ہوا وہ دارالٹکلیف سے رحلت فرمائچک تھے اور جس وقت دارالٹکلیف میں تھے۔ اسوقت انہوں نے شجر منوع کھانے پر تقدیر کا عذر پیش نہیں کیا۔ (۱۴)

☆ علم ہونے کے باوجود لامامت درست نہیں ہے۔ (۱۵)

۲۔ تجزیاتی مطالعہ:

- ☆ اللہ تعالیٰ کا علم ذاتی، یقینی، محیط اور قدیم ہے۔
- ☆ تقدیر کا علم لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے۔
- ☆ انبیاء کرام کو علم عالم لوگوں سے زیادہ دیا گیا ہے۔
- ☆ سوال جواب سے علم بڑھتا اور قوی ہوتا ہے۔
- ☆ حضرت آدم اور حضرت موسیٰ کو اللہ تعالیٰ نے خصوصی علم سے نواز اتحا۔
- ☆ حضرت موسیٰ اور حضرت آدم نے ایک دوسرے پر سوال و جواب کے مہذب باندہ اور عالمانہ انداز اپنایا۔
- ☆ اس قصہ میں حضرت موسیٰ ایک طالب علم اور متعلم کی مانند ہیں۔
- ☆ حضرت موسیٰ نے سوال کرنے سے پہلے حضرت آدم کے بارے میں توصیفی کلمات کہے۔
- ☆ حضرت موسیٰ نے حضرت آدم کے دلائل اور جوابات کو توجہ اور انہاک سے سننا۔
- ☆ حضرت موسیٰ نے حضرت آدم کے ضروری سوالات کا جواب بھی ادب و احترام سے دیا۔
- ☆ حضرت آدم کی طرف سے دلائل مع جواب سن کر مطمئن ہو گئے۔
- ☆ حضرت موسیٰ نے مزید سوال نہیں کیا۔
- ☆ حضرت موسیٰ کا سوال علم و مہمانیت کے لیے تھا۔ حضرت آدم پر اعتراض برائے اعتراض یا ذات علم پر شک کا اظہار نہ تھا۔
- ☆ اس قصہ میں حضرت آدم ایک معلم، مدرس اور استاد کی مشل ہیں۔
- ☆ حضرت آدم نے حضرت موسیٰ کے اعتراض اور سوال کو توجہ اور حوصلے سے سننا۔
- ☆ حضرت موسیٰ نے سوال ذکر کرنے سے قبل حضرت آدم کی خصوصی فضیلت کا ذکر کیا۔
- ☆ اساتذہ اور معلیمین کا شعبہ انبیاء اور رسول والا شعبہ ہے۔
- ☆ حضرت موسیٰ کے ذہن میں حضرت آدم کے بارے میں جنت سے زمین پر آنے کے بارے میں جو شکوہ

- و شہہات تھے، وہ آپ نے ان کے سامنے احسن انداز میں بیان کیے۔
- ☆ حضرت آدم اور حضرت موسیٰ نبی، رسول، معلم اور مدرس ہیں۔
- ☆ حضرت آدم نے حضرت موسیٰ کی حوصلہ افزائی بھی کی اور ان کو ان کا ہی علم از بر بھی کروایا۔ اس سے حضرت موسیٰ کی توجہ اس طرف ہوتی۔
- ☆ حضرت آدم کا انداز اعتراف سننے اور جواب دینے میں نہایت ہی شفیقانہ اور رحیمانہ تھا۔
- ☆ حضرت آدم نے حضرت موسیٰ کے اعتراف پر غصہ نہ کیا اور نہ ہی ان کی حوصلہ شکنی کی۔
- ☆ اگر اساتذہ کرام میں باہمی اختلاف و نزاع ہو جائے تو دونوں کو کسی سنیم کے سامنے اپنے دلائل دینے چاہیے۔ جیسے اس قصہ میں حضرت آدم و حضرت موسیٰ نے حضور ﷺ کے سامنے دیے۔

۳۔ عصر حاضر میں رہنمائی:

اس قصہ سے علم کے حوالے سے پانچ باتیں، معلمین کے لیے چھ باتیں اور متعلم کے حوالے سے نوباتیں مستنبط ہوتی ہیں۔ ان سب کی تفصیل حسب ذیل ہے:

(الف) اس قصہ میں علم کے بارے میں ہمارے لیے پانچ باتیں بیان ہوئی ہیں:

۱۔ حضرت آدم نے اپنے اعتراف کا جواب دینے سے پہلے فرمایا

”انت الذى اعطاه الله علم كل شيء“ (۱۶)

ترجمہ: آپ ہی وہ موسیٰ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کا علم عطا کیا۔

اس سے یہ بات ثابت ہوئی کہ کسی سوال کا جواب دینے سے پہلے اس کی علمی و ضروری صفات کو بیان کرنا چاہیے۔

۲۔ دوسروں کے علم کو اہمیت دینی چاہیے۔

۳۔ اپنے زیادہ علم کو بھی کم جانا چاہیے۔

۴۔ ایک دوسرے کے علم کے بارے میں شکوٰ و شہہات کا اظہار نہیں کرنا چاہیے۔

۵۔ علمی مباحث کے درمیان شائستگی پر منصب اور مہذب بانہ انداز اپنانا چاہیے۔

حضرت موسیٰ نے سوال کرنے سے پہلے حضرت آدم کے بارے میں درج ذیل کلمات کہے:

”أنت آدم الذي خلقك الله و نفح فيك من روحه و اسجد لك ملائكة“

واسکنک في الجنة“ (۱)

ہمارنہ تھا۔

جو شکوٰ

ترجمہ: آپ ہی وہ آدم ہیں، جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے پیدا فرمایا، اپنی پسندیدہ روح پھونکی، فرشتوں سے سجدہ کروایا اور اپنی جنت میں رکھا۔

(ب): اس قصہ سے معلمین کے لیے چھاصول متنبط ہوتے ہیں:

- ۱۔ آج اساتذہ کرام، معلمین، مدرسین، مبلغین اور واعظین کی اکثریت اعتراض و سوال کرنے والے کو مطعون و مشنوع قرار دیتے ہیں، جب کہ اس قصہ میں حضرت آدم نے حضرت موسیٰ کا اعتراض سننے کے بعد فرمایا:
أَتَتْ مُوسَى الَّذِي أَصْطَفَاكَ اللَّهُ بِرِسَالَتِهِ وَبِكَلَامِهِ وَأَعْطَاكَ الْأَلْوَاحَ فِيهَا تِبْيَانٌ كُلٌّ شَيْءٍ وَقَرَبَكَ نَجِيًّا. (۱۸)

ترجمہ: آپ ہی وہ موسیٰ ہیں، جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی رسالت اور اپنے احکام سے فضیلت عطا فرمائی، آپ کو توریت کی وہ تختیاں دیں، جن میں ہر چیز کا بیان ہے، اور آپ کو سرگوشی کے لیے اپنا قرب عطا کیا۔

۲۔ معلم کو طالب علم کے سوال پر حوصلہ افزائی کرنا چاہیے۔

۳۔ آج معلم کو یہی انداز اپنا ناچاہیے۔

۴۔ معلم و استاد اگر یہ انداز اپنا کئیں گے تو زرخیز ہن پیدا ہونے کے اور ان کی آبیاری ہو گی۔

۵۔ معلم کو سائل طالب علم کو اپنے القاب و صفات سے مناطب کرنا چاہیے۔

۶۔ علامہ اقبال نے شاید مدرسین و معلمین کے رو یہی کہیا کہا تھا:

گلا تو گھونٹ دیا اہل مدرسے نے ترا

اب کہاں سے آئے صدرا لا الله الا الله (۱۹)

(ج): اس قصہ سے عصر حاضر کے طلباء کے لیے نوباتیں متربع ہوتی ہیں:

۱۔ اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ طالب علم کو اپنے اساتذہ کے بارے میں ہمیشہ تو صیئی کلمات کہتے رہنا چاہیے۔

۲۔ طالب علم جب بھی استاد سے کوئی سوال پوچھنا چاہے تو نہایت ادب و احترام کے ساتھ اور اپنے کلمات کے ساتھ سوال پوچھئے۔

۳۔ استاد کو سوال علم کے حاصل کرنے کے لیے پوچھنا چاہیے۔

۴۔ استاد کو سوال ذات علم پر شک یا امتحان کی غرض سے نہیں پوچھنا چاہیے۔

۵۔ استاد کے جوابات توجہ سے سننے چاہیے اور مزید سوال سے گریز کرنا چاہیے۔

- ۶۔ ایک وقت میں ایک ہی سوال پوچھنا چاہیے البتہ استاد سے اجازت لیکر مزید پوچھنے میں حرج نہیں ہے۔
- ۷۔ استاد اگر وضاحت کے لیے طالب علم پر سوال کرے تو ادب و احترام اور علم کے ساتھ جواب دینا چاہیے۔
- ۸۔ طالب علم کو استاد کی کسی بات پر ناراض نہیں ہونا چاہیے۔
- ۹۔ اردو زبان کا محاورہ ہے: با ادب بانصیب بے ادب بے نصیب

۲۔ ایک عورت کی بخشش کا قصہ:

۲۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: إِفْرِلَامَرَأَةً مُؤْمِنَةً، مَرَثَ بِكَلْبٍ عَلَى رَأْسِ رَكِيْ يَلْهَثُ، قَالَ: كَادَ يَقْتُلُهُ الْعَطَشُ، فَنَزَعَتْ خُفَّهَا، فَأَوْتَقَعَتْ بِخِمَارِهَا، فَنَزَعَتْ لَهُ مِنَ الْمَاءِ، فَغُفِرَ لَهَا بِذَلِكَ" (۲۰)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

ایک فاحشہ عورت کی صرف اس لیے مغفرت فرمادی گئی، کہ اس کا گزر ایک ایسے کتے کے پاس سے ہوا، جو ایک کنویں کی منڈیر کے پاس مارے پیاس کے لب دم پڑا ہاپ رہا تھا، قریب تھا کہ پیاس سے مر جاتا۔ اس نے اپنا موزہ اتار کر دو پٹے سے باندھا اور پانی نکال کر اسے پلایا، تو یہی اس کی بخشش کا سبب ہو گیا۔

۱۔ مسائل و نصارح:

☆ اس حدیث مبارکہ میں عورت کا ذکر ہے جبکہ ایک اور حدیث میں ایک مرد کا واقعہ مذکور ہے، چنانچہ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ایک شخص جارہا تھا، اس کو راستے میں شدید پیاس لگی، اس نے ایک کنوں دیکھا، اس نے اس کنویں میں اتر کر پانی پیا۔ جب وہ کنویں سے نکلا، اس نے دیکھا کہ ایک کتا پیاس کی وجہ سے کپڑہ چاٹ رہا ہے اور ہاپ رہا ہے، اس شخص نے سوچا: کہ اس کتا کی بھی پیاس کی وجہ سے وہی حالت ہے، جو میری ہو رہی تھی، پس وہ کنویں میں اتر اور اپنے موزے میں پانی بھرا، پھر اس موزے کو منہ سے کپڑہ کردا پر چڑھا اور کتے کو پانی پلایا، اللہ تعالیٰ نے اس کی یہ نیکی قبول کی اور اس کو بخش دیا، صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! کیا ان جانوروں میں بھی ہمارے لیے اجر ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا: ہر تر جگروالے میں اجر ہے۔ (۲۱)

☆ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے جھوٹی سی نیکی سے بھی کبائر گناہ کو معاف کر دیتا ہے۔ (۲۲)

- ☆ یہاں پر بغاوت سے مراد ہے اور یہ عورت فاحشہ زانی ہی۔ (۲۳)
- ☆ جو جانور مخترم ہیں ان کو کھانا کھلانے، پانی پلانے اور ان کے ساتھ دیگر انواع کے احسان کرنے سے ثواب حاصل ہوگا، عام ازیں کہ وہ جانور اس کا یا کسی اور کاملوں کے لئے مقبول ہو۔ (۲۴)
- ☆ احادیث مبارکہ میں کہتے کہ پانی پلانے کے تین واقعات بیان ہوئے ہیں اور یہ تینوں علیحدہ علیحدہ واقعات ہیں۔ (۲۵)

- ☆ اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ کبائرِ گناہ کے مرتكب مسلمان کا نیک عمل اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول ہے۔ (۲۶)
- ☆ یہ حدیث جانوروں سے نیکی کرنے پر ابھارتی ہے۔ (۲۷)
- ☆ جن جانداروں کو حضور ﷺ نے قتل کرنے کا حکم دیا ہے، ان کو قتل کرنے میں ہی نیکی ہے، جیسا کہ آپ ﷺ نے حرbi، مرتد، کاٹنے والا کتا اور پانچ فاسق جانوروں اور جوان کے حکم میں ہیں، کو مارنے کا حکم دیا ہے اور یہ غیر مختار ہیں۔ (۲۸)
- ☆ اس بخشش سے مراد یا تو مخصوص گناہ کبائر کا بخشش ہے، اس بارے میں اللہ تعالیٰ! کا یہ ارشاد ہے:

ان الحسنت يذهبن السیات۔ (صودا: ۱۱۳)

- ترجمہ: بے شک نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں یا اس سے مراد کامل بخشش ہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت و سعی ہے، وہ جسے چاہتا ہے، اپنے فضل و کرم سے عطا کرتا ہے۔ (۲۹)
- ☆ اس حدیث سے گناہ کرنے کی دلیل پکڑنا چاہر نہیں ہے۔ (۳۰)

تجزیاتی مطالعہ:

- ☆ یہ عورت زانی ہی، بنی اسرائیل سے اس کا تعلق ہے۔
- ☆ احادیث مبارکہ میں کہتے کہ پانی پلانے پر بخشش کے تین واقعات بیان ہوئے ہیں، اور یہ تینوں علیحدہ واقعات ہیں۔ البتہ ان کا نقش مضمون ملتا جاتا ہے۔
- ☆ ان واقعات میں کبیرہ گناہوں کے مرتكب افراد کی بخشش محض کتے کو پانی پلانے کی بناء پر کردی گئی۔
- ☆ جانوروں کے ساتھ نیکی کا اجر بھی اللہ تعالیٰ کے ہاں انتہائی تبولیت حاصل کر سکتا ہے۔
- ☆ کبیرہ گناہوں میں بیتلہ مسلمان کی نیکی بھی اللہ تعالیٰ کے ہاں اجر و ثواب رکھتی ہے۔
- ☆ پیاس سے کو پانی پلانا، بہت بڑی نیکی ہے۔

- ☆ مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کی وسعت رحمت کا ہمیشہ طلبگار اور امیدوار رہنا چاہیے۔
☆ چھوٹی سے چھوٹی نیکی کو بھی حقیر نہیں سمجھنا چاہیے، کیونکہ بظاہر چھوٹی نیکی بہت بڑے اجر کا سبب ہو سکتی ہے۔

۳۔ عصر حاضر میں رہنمائی:

اس قصہ سے دو طرح سے رہنمائی حاصل ہوتی ہے:

- ۱۔ ہمارے ہاں جانوروں کو بہت دور کی بات ہے، ہم انسانوں کا خیال بھی نہیں کرتے۔ ہمیں چاہیے کہ جیسے گرمیوں کے دنوں میں انسانوں اور حیوانوں کو پانی کی پیاس بڑی شدت سے ہوتی ہے، پانی پلانے کا زیادہ سے زیادہ اہتمام کریں۔ اس حوالے سے دو طریقے سے کام کیا جاسکتا ہے:

- ۱۔ انسانوں کے لیے عام شاہراہوں، راستوں، گلیوں، محلوں، پلک پارکوں، مساجد، مدارس، سکولوں، کالجوں، ہسپتاں اور اپنے گھروں میں پانی کی سبیلوں، پانی کے ٹھنڈے کو روں اور سادہ پانی پلانے کا انتظام و انصرام کریں۔

- ۲۔ جانوروں، پرندوں اور دوسرے حیوانات کے لیے پانی کے تالابوں، حوضوں، نیکوں اور دوسرے ذرائع کے ذریعے پانی پلانے کا اہتمام کریں۔

- ۳۔ ہم میں سے ہر کسی کو انفرادی طور پر بھی ہر وقت کوشش رہنا چاہیے کہ خود محسوس کریں کہ کسی انسان یا حیوان کو پانی پینے کی حاجت ہے تو خود ہی پانی پلانے کا اہتمام کریں۔۔۔

۳۔ دو ایمان داروں کا قصہ:

۳۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّهُ ذَكَرَ رَجُلًا مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ، سَأَلَ بَعْضَ بَنِي إِسْرَائِيلَ أَنْ يُسْلِفَهُ أَلْفَ دِينَارٍ، فَقَالَ: إِنِّي بِالشُّهَدَاءِ أُشَهِّدُهُمْ، فَقَالَ: كَفَى بِاللَّهِ شَهِيدًا، قَالَ: فَاتِنِي بِالْكَفِيلِ، قَالَ: كَفَى بِاللَّهِ كَفِيلًا، قَالَ: صَدَقْتَ، فَدَفَعَهَا إِلَيْهِ إِلَى أَجْلٍ مُسَمًّى، فَخَرَجَ فِي الْبَحْرِ فَقَضَى حَاجَتَهُ، ثُمَّ التَّمَسَّ مَرْكَبًا يَرْكُبُهَا يَقْدَمُ عَلَيْهِ لِلْأَجْلِ الَّذِي أَجَّلَهُ، فَلَمْ يَجِدْ مَرْكَبًا، فَأَخَذَ حَشَبًا فَنَقَرَهَا، فَادْخَلَ فِيهَا أَلْفَ دِينَارٍ وَصَحِيفَةً مِنْهُ إِلَى صَاحِبِهِ، ثُمَّ زَجَّ مَوْضِعَهَا، ثُمَّ اتَّى بِهَا إِلَى الْبَحْرِ، فَقَالَ: اللَّهُمَّ إِنِّي تَعْلَمُ أَنِّي كُنْتُ تَسْلَفْتُ فُلَانًا أَلْفَ دِينَارٍ، فَسَأَلَنِي

كَفِيلًا، قَلْتُ : كَفَى بِاللَّهِ كَفِيلًا، فَرَضَيْتَ بِكَ، وَسَأَلْتَنِي شَهِيدًا، قَلْتُ : كَفَى بِاللَّهِ شَهِيدًا، فَرَضَيْتَ بِكَ، وَأَنِّي جَهَدْتُ أَنْ أَجِدْ مَرْكَبًا أَبْعَثُ إِلَيْهِ الَّذِي لَهُ فَلَمْ أَفِدْرُ، وَإِنِّي أَسْتَوْدِعُكَهَا، فَرَمَى بِهَا فِي الْبَحْرِ حَتَّى وَلَجَتْ فِيهِ، ثُمَّ انصَرَفَ وَهُوَ فِي ذَلِكَ يَائِتِمٌ مَرْكَبًا يَخْرُجُ إِلَى بَلْدِهِ، فَخَرَجَ الرَّجُلُ الَّذِي كَانَ أَسْلَفَهُ، يَنْتُرُ لَعَلَّ مَرْكَبًا قَدْ جَاءَ بِمَالِهِ، فَإِذَا بِالْخَشَبَةِ الَّتِي فِيهَا الْمَالُ، فَأَخَذَهَا لِأَهْلِهِ حَطَبًا، فَلَمَّا نَشَرَهَا وَجَدَ الْمَالَ وَالصَّحِيفَةَ، ثُمَّ قَدِيمَ الَّذِي كَانَ أَسْلَفَهُ، فَاتَّى بِالْأَلْفِ دِينَارٍ، فَقَالَ : وَاللَّهِ مَا زِلْتُ جَاهِدًا فِي طَلَبِ مَرْكَبٍ لِاتِّيَكَ بِمَالِكَ، فَمَا وَجَدْتُ مَرْكَبًا قَبْلَ الَّذِي أَتَيْتُ فِيهِ، قَالَ : هُلْ كُنْتَ بَعْثَتَ إِلَيَّ بِشَيْءٍ ؟ قَالَ : أُخْبِرُكَ أَنِّي لَمْ أَجِدْ مَرْكَبًا قَبْلَ الَّذِي جِئْتُ فِيهِ، قَالَ : فَإِنَّ اللَّهَ قَدْ أَدَى عَنْكَ الَّذِي بَعْثَتَ فِي الْخَشَبَةِ، فَانْصَرَفَ بِالْأَلْفِ الدِّينَارِ رَاشِدًا " (٣١)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ رسول اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے بنی اسرائیل کے ایک شخص کا ذکر فرمایا کہ:

اس نے بنی اسرائیل کے کسی شخص سے ایک ہزار دینار قرض مانگے، اس نے کہا: کہ گواہ لا او، تاکہ میں انہیں قرض کے اس معاملہ پر گواہ بنالوں، قرض خواہ نے کہا کہ: اللہ کی گواہی کافی ہے۔ اس نے کہا: اچھا! کوئی کفیل (ضامن) لے آؤ۔ کہنے لگا: کہ اللہ ہی میرا ضامن اور کفیل ہے۔ اس نے کہا: تم نے حق کہا، اور ایک مقررہ مدت تک کے لئے اس نے ہزار دینار سے قرض دے دیئے۔ قرض لینے والا اپنے کسی کام سے سمندر میں سفر پر گیا اور اپنا کام پورا کیا، فارغ ہونے کے بعد جب اس نے سمندر عبور کرنے کے لئے سواری (کشتی وغیرہ) تلاش کی، تاکہ اس پر سوار ہو کر اپنی مقررہ مدت پر، جو اس نے متعین کی تھی، ادا میگی قرض کے لئے پہنچ جائے تو اسے کوئی سواری نہ ملی۔ اس نے ایک بڑی لکڑی لی، اسے اندر سے کھو دکھو کھلا کیا، ہزار دینار اس میں رکھ دیئے اور ایک خط قرض دینے والے کے نام لکھ کر رکھ دیا۔ پھر اس نے کھوکھی جگہ کو اچھی طرح سے بند کر دیا اور اسے لیکر سمندر پر آگیا اور دعا کی کہ:

اے اللہ! آپ جانتے ہیں کہ میں نے فلاں آدمی سے ہزار دینار قرض کے طور پر لیے تھے، اس نے مجھ سے ضامن مانگا، تو میں نے کہا: کہ میرا ضامن اللہ ہی ہے۔ وہ آپ کی ضمانت پر راضی ہو گیا۔ پھر اس نے گواہ کا مطالبه کیا، تو میں نے کہا: میرے لیے اللہ ہی گواہ کے طور پر کافی ہے۔ وہ آپ کی گواہی پر راضی ہو گیا، اور میں نے اب بہت

کوشش کی کر کوئی ایسی سواری ڈھونڈوں، جس کے ذریعہ اس کا قرض اس تک بھیج سکوں، لیکن میں اس میں کامیاب نہ ہو اور میں اس قرض کی حفاظت آپ کے ہی سپر درکرتا ہوں۔ یہ کہہ کر اس نے وہ لکڑی سمندر میں پھینک دی، یہاں تک کہ وہ پانی میں داخل ہو گئی۔ پھر وہ واپس لوٹ آیا اور وہ کشتی کی تلاش میں رہا کہ اس شہر کی طرف نکل جائے۔ ادھروہ شخص جس نے قرض دیا تھا انکا (سمندر کی طرف تاکہ دیکھے)، شاید کوئی کشتی آئی ہو، اس کا مال لے کر۔ اچانک اس نے وہی لکڑی جس میں مال تھا دیکھی، اس نے اسے لے لیا یہ سوچ کر کہ گھر والوں کو ایندھن میں کام آئے گی، گھر جا کر اس نے جو سے چیرا تو اس میں اپنا مال اور خط پایا۔

پھر کچھ دنوں بعد قرض لینے والا شخص آگیا اور ہزار دینار لے کر اس کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ: اللہ کی قسم! مسلسل کشتی کی تلاش میں رہا، تاکہ تمہارا مال لے کر تمہارے پاس آؤ، مگر مجھا بستے قتل کوئی کشتی نہ ملی۔ اس نے کہا: کہ کیا تم نے مجھے کوئی خط بھیجا تھا؟ کہنے لگا کہ: میں تمہیں بتلار ہا ہوں کہ میں نے اس سے پہلے کوئی سواری نہ پائی، کہ اس میں آتا۔ اس نے کہا کہ: بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری طرف سے ادائیگی کر دی ہے جو تم نے لکڑی میں بھیجا تھا۔ لہذا تم اپنے ہزار دینار لے کر کامیاب واپس لوٹ جاؤ۔

۱۔ مسائل و نصائح:

☆ اس حدیث کی عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ وہ کھوکھلی لکڑی سمندر سے نکالی گئی تھی، اور امام بخاری نے اس حدیث کو اس لیے روایت کیا ہے کہ اس لکڑی کو سمندر سے نکالنے کی وجہ سے، اس قرض خواہ پر کوئی زکوٰۃ واجب نہیں ہوئی، ہر چند یہ کہ کچھلی امتوں کا واقعہ ہے لیکن جب نبی کریم ﷺ اُن امتوں کا کوئی واقعہ رد کیے بغیر بیان فرمائیں، تو وہ بھی ہماری شریعت میں جو جت ہوتا ہے۔ (۳۲)

☆ فقهاء کا اس میں اختلاف ہے کہ جب عنبر اور موتیوں کو سمندر سے نکالا جائے تو ان میں خس ہے یا نہیں (خس سے مراد: جو چیز ملے اس چیز کا یا اس کی ملکیت کا پانچواح حصہ حکومت یا بیت المال کو ادا کرنا ہے)۔ (۳۳)

۱۔ ہمہور علماء کا موقف یہ ہے کہ ان میں کوئی چیز واجب نہیں ہے اور عنبر اور موتی کے گھر باقی سامان کی طرح ہیں، یہ اہل مدینہ، فقهاء کوئہ، امام لیث، امام شافعی، امام احمد، اور ابو ثور کا قول ہے، اور امام یوسف نے کہا ہے: کہ عنبر اور موتی اور جوز یوں بھی سمندر سے نکالا جائے، اس میں خس ہے اور یہ عمر بن عبدالعزیز، حسن بصری اور ابن شہاب کا قول ہے۔

۲۔ ابن القصار نے کہا: امام ابو یوسفؓ اور دیگر فقهاء تابعین کا یہ قول غلط ہے، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے

یک شخص کا

، تاکہ میں کوئی کافیل نہیں۔ اس پر دالے کے لے مجھ اہ کا مطلبہ، اب بہت

فرمایا ہے: رکاز میں خس ہے، اس میں یہ دلیل ہے کہ غیر رکاز میں خس نہیں ہے اور سمندر میں ملنے والی چیز پر رکاز (کان یاد فینہ) کا اطلاق نہیں کیا جاتا، اور موئی اور عنبر سمندری جانور سے پیدا ہوتے ہیں، لہذا یہ چھپلی اور صدف کے مشابہ ہیں۔

۳۔ دوسروں نے کہا: دوسری دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ کو فرض کیا: ارشاد فرمایا: آپ ان کے مالوں میں سے زکوٰۃ لجیجے گا۔ (۳۲)

تور رسول اللہ ﷺ نے ان کے بعض اموال سے زکوٰۃ لی اور بعض اموال سے نہیں لی، اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی یہ مراد نہیں تھی کہ ان کے تمام مالوں سے زکوٰۃ لیں، لہذا ان اموال سے زکوٰۃ لینا واجب ہے، جن اموال سے رسول اللہ ﷺ نے زکوٰۃ لی ہے اور جن اموال سے زکوٰۃ لینا صحابہ کرام سے ثابت ہے۔

۴۔ الہلب نے کہا ہے: وہ شخص سمندر سے اس کھوکھی لکڑی کو اٹھا کر اپنے گھر والوں کے لیے لے گیا، اس میں یہ دلیل ہے کہ سمندر میں جو سامان وغیرہ ملے اس پر کوئی چیز واجب نہیں ہے اور وہ چیز اسی کی ہے جس کو وہ ملے جتنی کے سمندر سے ایسی چیزیں ملیں جن کا کوئی مستحق ہو جیسے دینار اور کپڑے وغیرہ تو ان کا بھی یہی حکم ہے، البتہ جس چیز پر کسی کا استحقاق ثابت ہو جائے تو وہ چیز اس کو لوٹا دی جائے، اور جس چیز کا کوئی مطالuba کرنیوالا نہ ہو اور اس چیز کی کوئی زیادہ قیمت نہ ہو، تو جس شخص کو وہ چیز ملی ہو، وہ اس چیز سے فائدہ حاصل کر سکتا ہے، اور اس پر لازم نہیں ہے کہ وہ اس کا اعلان کرے، مساوا اس کے کہ اس چیز میں کوئی ایسی دلیل ہو، جس سے اس کے مالک پر استدلال کیا جاسکے، مثلاً اس پر کسی معین شخص کا نام لکھا ہو یا کوئی اور علامت ہو تو اس کا اعلان کرنے میں علماء اجتہاد کریں۔ (۳۵)

☆ اس حدیث سے یہ معلوم ہوا ہے کہ جو شخص کسی کی امانت کی حفاظت کرتا ہے، اللہ دنیا میں اس کی مدد کرتا ہے اور آخرت میں اس کو جر عطا فرماتا ہے۔ اس حدیث میں لوگوں کے اموال کے ساتھ اور تجارت کے لیے کشتمیں سفر کرنے کی دلیل ہے۔ (۳۶)

☆ الاسلامی نے کہا ہے کہ: یہ حدیث باب کے مناسب نہیں ہے، کیونکہ اس میں ایک شخص کے قرض واپس کرنے کا ذکر ہے، اسی طرح داؤدی نے کہا ہے کہ: اس حدیث میں کھوکھی لکڑی کا ذکر ہے اور اس کا عنوان سے کوئی تعلق نہیں ہے، اور عبد الملک نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ جس چیز کو سمندر ساحل پر پھینک دے اس میں خس نہیں ہے، جس طرح کھوکھی لکڑی کو سمندر سے لانے پر اس مقرر وض پر کوئی خس واجب ہو اور نہ زکوٰۃ واجب ہوئی اور یہی جمہور فقہاء اسلام کا موقف ہے، ہر چند کہ یہ پچھلی امتوں کا واقعہ ہے، لیکن چونکہ اس کو رسول اللہ ﷺ نے بغیر انکار

کے بیان فرمایا ہے، اس لیے حدیث سے استدلال درست ہے۔ (۳۷) ☆ اس حدیث میں مدت معینہ کے ساتھ قرض دینے اور ادا کرنے کے جواز اور وقت کی پابندی کا ذکر ہے۔ (۳۸)

☆ اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ سمندر سے کوئی لکڑی ملے تو اس کو اٹھا کر اس سے نفع حاصل کرنا جائز ہے، کیونکہ اس اسرائیلی نے اس لکڑی کو اپنے گھروالوں کے ایندھن کے طور پر لیا تھا اور نبی کریم ﷺ نے اس کی نہ ملت نہیں کی، اس سے اس کا جواز معلوم ہوا۔ (۳۹)

☆ حضرت جابر بن عبد اللہؓ فرماتے ہیں:
رسول ﷺ نے ہم کو راستہ پر پڑے ہوئے چاک، لاٹھی، رسی اور اس جیسی چیزیں اٹھا کر ان سے نفع حاصل کرنے کی اجازت دی۔ (۴۰)

☆ حضرت عبد اللہ بن عمر اور حضرت عطاءؓ فرماتے ہیں:
جب قرض میں مدت کو مقرر کر لیا جائے تو جائز ہے۔ (۴۱)

۲۔ تجزیاتی مطالعہ:

☆ بنی اسرائیل کے اس شخص نے اپنی ضروریات پوری کرنے کے لیے ایک اجنبی شخص سے قرضہ حاصل کیا۔

☆ اس شخص نے قرض دینے سے پہلے تین مطالبات پیش کیے:

۱۔ گواہ ۲۔ ضامن ۳۔ مدت کا تعین

☆ قرض لینے والے نے گواہ اور ضامن اللہ تعالیٰ کو بنایا اور مدت کا تعین طے کیا۔

☆ اس اجنبی شخص نے ایک ہزار دینار قرض دے دیا۔

☆ یہ دونوں شخص اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے تھے اور وقت کے ولی تھے۔

☆ قرض لینے والے نے احساس ذمہ داری کی بہت اعلیٰ مثال پیش کی۔

☆ سمندر یاد ریا سے لکڑی، ہیرے، جواہرات، مچھلیاں، سپیاں اور دیگر اشیاء کا نکالنا جائز ہے اور یہ نکالنے والے کی ملکیت ہوں گی۔

۳۔ عصر حاضر میں رہنمائی:

اس قصہ میں ہمارے لیے تین رہنمایا اصول موجود ہیں:

- ۱۔ اپنی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے دوسروں سے قرض لینا شرعاً جائز ہے۔ قرض جانے والوں اور اجنبی دنوں سے لیا جاسکتا ہے، قرض کے لیے سوال کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔
 - ۲۔ قرضہ لینے والے کو چاہیے کہ وہ گواہوں اور ضامن کا اہتمام کرے، اس کے ساتھ ساتھ قرض کی واپسی کا وقت بھی مقرر کرے۔ ان شرائط و لوازمات پر اگر عمل کیا جائے تو موجودہ زمانے میں بہت سارے جھگڑوں اور فسادات سے نجات مل سکتی ہے۔
 - ۳۔ دریا، نہر، سمندر وغیرہ سے بہتی ہوئی چیزیں حاصل کرنا اور اس سے نفع حاصل کرنا جائز ہے، جیسا کہ اس واقعہ میں لکڑی گھر یا استعمال کے لیے حاصل کی گئی۔ یہ حاصل کردہ چیزیں متعلقہ شخص کی ملکیت تصور ہوں گی۔ اس طرح دریا اور سمندر سے مچھلیاں پکڑنا اور دیگر جانوروں کا شکار بھی جائز ہے۔ یہ بھی ذریعہ حاصل میں سے ہے۔
- چنانچہ ان فقصص میں ہمارے لیے معاشرتی پہلو کے حوالے سے بے شمار عبر و نصائح موجود ہیں۔ ان فقصص کی روشنی میں ہم اپنا حال، بہتر بنا سکتے ہیں اور اپنے مستقبل کیلئے ایک روشن لائجِ عمل تیار کر سکتے ہیں۔ اس لیے فقصص القرآن کی طرح فقصص الحدیث بھی ہمارے لیے نہایت ہی اہمیت کے حامل ہیں۔ خاص طور پر فقصص الحدیث کے معاشرتی پہلو سے عصر حاضر میں رہنمائی کے لیے بہت سے صورتیں بیان ہوئی ہیں۔ جن سے معاشرتی برائیوں کا خاتمه اور معاشرے میں اچھی اقدار اور روایات کو فروغ دینے میں مدد ملتی ہے۔

خلاصہ مضمون:

حدیث شریعت اسلامیہ کا دوسرا بیانیادی ماذن ہے، حدیث وحی الہی غیر مقلو اور قرآن و اسلام کی تشریع و تفہیم کا ذریعہ ہے۔ فقصص الحدیث، حدیث مبارکہ کا جزو لا بینک اور اسلام کا آسان اور موثر ترین ذریعہ ابلاغ ہے۔ فقصص الحدیث میں ماضی کے حالات، موجودہ معاشرتی مسائل کا حل اور مستقبل کا لائجِ عمل موجود ہے۔ فقصص الحدیث میں اسلامی اور طاغوتی کردار کی وضاحت، عملی زندگی کی رہنمائی، مستقبل کی منصوبہ بندی، اعلیٰ کردار کے اصول، سامان عبر و نصائح، تہذیب و ثقافت کا آئینہ اور سائنسی و معاشرتی علوم کے لیے رہنمایا اصول موجود ہیں۔ اس لیے فقصص الحدیث معاشرے کے لیے ایک اہم ذریعہ ہدایت و رہنمائی ہے۔

حوالہ جات

- ۱۔ المائدہ: ۵، ۳۱-۲۷
- ۲۔ الصافات: ۳۷-۱۰۰، ۱۱۱
- ۳۔ البقرۃ: ۲-۲۷-۷۳
- (i) بخاری، محمد بن اسماعیل، ابو عبد اللہ، صحیح بخاری، کتاب القدر، رقم ۲۶۱۳، ص ۱۳۳۰، دارالکتاب العربي، یروت، لبنان، ۱۴۲۹ھ/۲۰۰۸ء
- (ii) ایضاً، کتاب الانیاء، رقم ۳۸۰۹، ص ۲۹۵
- (iii) مسلم، ابن حجاج، ابو الحسین قشیری، صحیح مسلم، کتاب القدر، رقم ۲۷۲۲-۲۷۲۳، ص ۱۱۳۰، دارالکتاب العربي، یروت، لبنان، ۱۴۲۹ھ/۲۰۰۸ء
- (iv) ابو داؤد، سیمان بن اشعث، حافظ سجستانی، سنن ابو داؤد کتاب السنۃ، رقم ۳۷۰۲-۳۷۰۳، ص ۸۸۰-۸۸۱
- (v) ترمذی، محمد بن عیسیٰ، ابو عیسیٰ، جامع الترمذی، کتاب القدر، رقم ۲۱۳۲، ص ۸۳۹، دارالمعرفة، یروت، لبنان، ۱۴۲۳ھ/۲۰۰۲ء
- (vi) ابن ماجہ، محمد بن یزید، حافظ قزوینی، سنن ابن ماجہ، کتاب السنۃ، رقم ۸۰، ص ۲۳۸۲، دارالمعرفة، یروت، Lebanon، ط ۱، ۱۴۲۹ھ/۱۹۹۸ء
- ۵۔ ابن حجر، احمد عسقلانی، فتح الباری، شرح صحیح بخاری، ج ۳، ص ۳۲۲، دارالكتب العلمیہ، یروت، لبنان، ط ۱، ۱۴۲۲ھ/۲۰۰۳ء
- ۶۔ ایضاً
- ۷۔ عینی، محمود بن احمد، بدر الدین، ابو محمد، عمدة القاری شرح صحیح البخاری، ج ۱۵، ص ۲۷۲، دارالحدیث، ملتان، ط ۱
- ۸۔ فتح الباری، ج ۳، ص ۳۲۳
- ۹۔ ایضاً
- ۱۰۔ عمدة القاری، ج ۱۵، ص ۲۷۲
- ۱۱۔ امجدی، شریف الحق، محمد نزہۃ القاری شرح صحیح البخاری، ج ۳، ص ۲۳۳ فرید بک سلال، لاہور، ط ۱، ۱۴۲۱ھ/۲۰۰۰ء

- نوعی، تحری بن شرف، ابو ذکر یاحیی الدین، المخاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج، ص ۱۵۱، بیت الافتخار الدولیہ، اردن، ط ۵، ۲۰۰۷ء۔
- سعیدی، غلام رسول، شرح صحیح مسلم، ج ۷، ص ۲۷۶، فرید بک شال، لاہور، ط ۱۳۲۳، ۹/۲۰۰۲ء۔
- عمدة القاری، ج ۱۵، ص ۲۷۳، ۱۴۰۲ء۔
- شرح مسلم نوعی، ص ۱۵۷ء۔
- مسلم، کتاب القدر، رقم ۶۷۳، ص ۱۰۹۳ء۔
- ایضاً، رقم ۶۷۳۵، ص ۱۰۹۲ء۔
- ایضاً، رقم ۶۷۲۲، ۱۴۰۲ء۔
- علامہ اقبال، محمد، ڈاکٹر، بال جبریل (کلیاتِ اقبال)، علم و عرفان پبلیشرز، لاہور، ۲۰۰۲ء، ص ۳۶۔
- ابن خواری، کتاب بدء اخلاق، رقم ۳۳۲۱، ص ۲۷۲ء۔
- ایضاً، کتاب احادیث الانبیاء، رقم ۳۳۶۷، ص ۲۰۹ء۔
- مسلم، کتاب الطب، رقم ۵۸۶۱-۵۸۶۰، ص ۹۵۰ء۔
- شرح صحیح مسلم، ج ۶، ص ۲۲۲ء۔
- قطلانی، احمد بن محمد، ابو العباس شہاب الدین، ارشاد الساری، شرح صحیح ابن خواری، دارالكتب العلمیہ، بیروت، لبنان، ط ۲۰۰۹ء، ج ۷، ص ۲۲۷ء۔
- شرح مسلم نوعی، ص ۱۳۹۸ء۔
- شرح صحیح مسلم، ج ۶، ص ۲۲۳ء۔
- عمدة القاری، ج ۱۰، ص ۲۲۹ء۔
- ایضاً، ۱۳۹۸ء۔
- شرح مسلم نوعی، ص ۱۳۹۸ء۔
- ایضاً، ۱۳۹۸ء۔
- تفی عثمانی، محمد، تتمة فیلم لهم بشرح صحیح الامام مسلم، مکتبہ دارالعلوم کراچی، کراچی، ط ۱، ۱۴۳۰ھ/۱۹۰۹ء، ج ۲۳۱، ص ۲۳۱ء۔
- ایضاً، ۱۳۹۸ء۔
- ابن خواری، کتاب الکفالة، رقم ۲۲۹۱، ص ۸۵۲ء۔

- ii- ایضاً، کتاب الرکوۃ، رقم ۱۳۹۸، ص ۱۱۸
- iii- ایضاً، کتاب البیوع، رقم ۲۰۲۳، ص ۱۶۱
- v- ایضاً، کتاب الاستقر اض والدیون، رقم ۲۲۰۷، ص ۱۸۸
- vii- ایضاً، کتاب اللقطۃ، رقم ۲۲۳۰، ص ۱۹۰
- vi- ایضاً، کتاب الشروط، رقم ۲۷۳۲، ص ۲۱۹
- viii- ایضاً، کتاب الاستیزان، رقم ۲۲۶۱، ص ۵۲۷
- viiii- ایضاً، المند، بیت الافکار الدولیہ، عمان، اردن، ط ۱، ۲۰۰۳، رقم ۸۵۸۷، ج ۲، ص ۳۲۸-۳۲۹
- ۳۲- فتح الباری، ج ۳، ص ۸۶
- ۳۳- سعیدی، غلام رسول نعمۃ الباری فی شرح صحیح البخاری، فرید بک شال، لاہور، ط ۱۳۴۹، ۲۰۰۸ھ/۱۳۴۹، ج ۳، ص ۳۲
- ۳۴- التوبہ ۱۰۳: ۹
- ۳۵- ابن بطال، علی بن خلف، ابوالحسن قرطبی، شرح ابن بطال علی صحیح البخاری، دارالكتب العلمیہ، بیروت، لبنان، ط ۱، ۱۳۲۲ھ/۲۰۰۳ء، ج ۳، ص ۵۰۲
- ۳۶- ایضاً، ص ۵۰۳
- ۳۷- فتح الباری، ج ۳، ص ۸۷
- ۳۸- نعمۃ الباری، ج ۵، ص ۱۲۳
- ۳۹- ایضاً، ص ۲۶۱
- ۴۰- ابوادؤد، کتاب اللقطۃ، رقم ۱۷۱۷، ص ۳۲۲
- ۴۱- بخاری، کتاب الشروط، رقم ۲۷۳۲، ص ۲۱۹